Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

JOURNAL PROFILE

Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT

Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore, 0303-3330345

Email

lgunt@lgu.edu.pk

Website

https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS

Volume 9, No 03
July to September 2025
Page No: - 50-64

DOI

https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2025.09032379

HISTORY OF THE PAPER

Received on: July 02, 2025
Accepted on: July 28, 2025
Published on: Sept 27, 2025

PUBLISHED BY

Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

TITLE OF THE PAPER

A critical and analytical study of orientalist's contribution in Urdu dictionaries and glossaries

مستشرقین کی لغت و فرہنگ نویسی کے محرکات : تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

AUTHOR

- **Dr Maria Termezi**
  Teaching Research Associate, Department of Urdu,
  Islamic International University, Islamabad

ABSTRUCT

European invasion in the sub-continent impacted every aspect of the life of this continent. They as ruler took great interest in local languages. Their motive is to understand subcontinent customs and belief system. They set up various educational institutes to learn the indigenous languages. There were no such books of local languages which can be used as syllabus. In order to learn the local languages, they prepared dictionaries, glossaries and grammar books. Some of these dictionaries and glossaries were published from Europe and rest of them from sub-continent. Most of orientalist work got funding from their governments. Overall purpose of their compilations was to strengthen their rule in sub-continent by understanding their culture and belief system and to improve their trade in this part of land but research proved that some of orientalist's work was based on their interest and affection with local languages.

KEY WORDS

Orientalism, dictionary, glossary, trade, subcontinent, colonialism, Hindustani, Culture, belief

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مستشرقین کی لغت و فرہنگ نویسی کے محرکات : تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

اردو زبان کی اولیں باقاعدہ لغات اور فرہنگیں مرتب کرنے کا کام اہل یورپ نے کیا۔ انیسویں صدی میں مستشرقین نے کتب قواعد کے ساتھ لغات اور فرہنگیں دونوں مرتب کیں۔ اردو میں لمبے عرصے تک ان دونوں الفاظ کا استعمال بلا تفریق کیا جاتا رہا ہے اس لیے انیسویں صدی میں ان کی تالیف کے محرکات پر بحث سے قبل لغت اور فرہنگ میں فرق جاننا ضروری ہے۔

کتب لغت سے استفادہ تمام شعبۂ ہائے زندگی اور تقریباً ہر عمر کے افراد کرتے ہیں مگر سب کی لغت سے استفادے کی نوعیت ایک سی نہیں ہوتی۔ اس لیے تمام لغات بھی اپنی ساخت اور بنت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوتے۔ اس فرق پر بحث سے قبل لغات کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لغت کے تین معانی درج ہیں۔

۱۔ کسی زبان کے لفظ، عموماً وہ لفظ جس کے معنی متعین اور قابل اندراج ہوں۔

۲۔ کسی زبان کے وہ اصوات و کلمات جن کے ذریعے آدمی اپنا مطلب ادا کرے۔

۳۔ کسی زبان کے لفظوں کی فرہنگ جو حروف تہجی وغیرہ کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہو۔ (۱)

سید احمد دہلوی نے لغت کو ذکر قرار دیا ہے اور اس کے دو معانی درج کیے ہیں۔

۱۔ الفاظ، شبد، زبانیں، بولیاں۔

۲۔ ڈکشنری، کوش، فرہنگ، وہ کتاب جس میں زبان کے الفاظ کے معانی ایک جگہ جمع ہوں۔ (۲)

اردو زبان میں لغت کا لفظ انگریزی زبان کے لفظ ڈکشنری (Dictionary) کے متبادل یا مترادف کے طور پر مستعمل ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ ڈکشنری تیرھویں صدی عیسوی کی قرونِ وسطیٰ کی لاطینی زبان کے اسم صفت Dictionarius سے بنا ہے جس کے معنی "الفاظ کے متعلق" کے ہیں۔ لاطینی زبان میں اس کے معنی "بات" کے ہیں جب کہ قرونِ وسطیٰ کی لاطینی میں اس سے "لفظ" مراد لی جاتی ہے۔ (۳) ڈکشنری سے مراد ایک ایسی کتاب ہے جو حروف تہجی سے لکھے گئے الفاظ کی تعریف، تلفظ، قواعدی حیثیت، عمومی استعمال اور تاریخ وغیرہ کی وضاحت کرے۔ لغت نویسی کے حوالے سے ایک اہم کتاب *Lexicology and Corpus Linguistic: An Introduction* میں عمومی ڈکشنری سے حاصل ہونے والی معلومات کی ترتیب کچھ یوں بیان کی گئی ہے۔ مندرجہ لفظ، تلفظ، لفظ کی قواعدی حیثیت، اشتقاق، تعریف، استعمال کی مثالیں۔ (۴)

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں فرہنگ کے معانی، معنوں کی کتاب اور الفاظ کے معنی بتانے والی کتاب کے درج ہے۔ اس کے علاوہ دیگر معنوں میں علم و فراست، آگاہی اور سمجھ بوجھ شامل ہے۔ فرہنگ کے سابقے کے ساتھ مرکبات درج کیے گئے ہیں۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

۱۔ فرہنگ نامہ ایسی کتاب جس میں عقل و دانائی کی باتیں ہوں۔

۲۔ فرہنگ نگاری: لغت لکھنا، لغت کی کتاب مرتب کرنا۔

۳۔ فرہنگ نویسی: لغت لکھنے کا کام۔(۵)

اردو میں آغاز ہی سے فرہنگ اور لغت کا لفظ مترادف اور متبادل لفظ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔فرہنگ آصفیہ اردو کی اہم کتب لغت میں سے ہے۔ اس کا عنوان لغت اور فرہنگ کے بلا تفریق استعمال کی مثال ہے۔کچھ ماہرینِ لغت اور فرہنگ کے مابین مغالطے کا ذمے دار خود لغت نویسوں کو ٹھہراتے ہیں۔(۶)جب کہ کچھ لغت نویسوں کو بذاتِ خود اس غلط فہمی کا شکار تصور کرتے ہیں۔(۷)درحقیقت اردو میں فرہنگ کا لفظ فارسی کے زیرِ اثر آیا ہے اور فارسی میں لغت اور فرہنگ کے لفظ کا استعمال بلا تفریق کیا جاتا ہے۔ مستشرقین نے گلوسری اور ڈکشنری کے لفظ کو ان کے درست معنی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

موجودہ دور میں ماہرینِ لغت فرہنگ کو لغت سے الگ کر کے دیکھتے ہیں۔ لفظ فرہنگ انگریزی زبان کے لفظ Glossary، فارسی زبان کے لفظ فہرست معنی(۸)اور عربی زبان کے لفظ قاموس مصطلحات کے مترادف معنوں میں مستعمل ہے ارشد مسعود ہاشمی نے فرہنگ کو مخصوص تصانیف، بولی، فن اور علم کی اصطلاحات کے مجموعے پر مشتمل کتاب بتایا ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہیں کہ یہ تکنیکی اور غیر معروف اصطلاحات پر مبنی کتاب ہوتی ہے اور یہ اصطلاحات تہذیب یا کسی بھی فن سے متعلقہ ہو سکتی ہے۔(۹)ڈاکٹر رؤف پاریکھ لغت اور فرہنگ کے بلا تفریق استعمال پر بحث کرتے ہوئے فرہنگ کے اردو میں رائج جدید مفہوم کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

۱۔ الف بائی ترتیب میں مرتب کی گئی ایسے الفاظ کی فہرست مع معنی و تشریح جو کسی خاص موضوع یا مضمون یا متن سے متعلق ہوں، یہ عموماً کتابوں کے آخر میں دی جاتی ہے۔

۲۔ مختصر لغت جو خاص موضوع یا علم و فن کے الفاظ پر مبنی ہو یا جس میں مخصوص ذخیرہ الفاظ کو شامل کیا گیا ہو(۱۰)

ارشد مسعود ہاشمی اور رؤف پاریکھ کی فرہنگ کی تعریف میں مجموعی طور پر ایک ہی بات کی گئی ہے۔ دونوں نے اسے Glossary کا مترادف کہا ہے۔ مگر بہ غور دیکھا جائے تو اول الذکر نے مخصوص بولی کے اندراجات پر مشتمل کتاب کو بھی فرہنگ کے زمرے میں شامل کیا ہے جب کہ رؤف پاریکھ کی مرتبہ تعریفوں میں بولی کا خصوصیت کے ساتھ کوئی ذکر نہیں ہے۔ مجموعی طور پر ایک لغت و فرہنگ نویس کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا ہوتا ہے جیسے کہ حروفِ تہجی کی ترتیب، املا کا تعین، تلفظ کے اختلافات، درست معنی کا تعین اور کثیر المعنی لفظ کی ترتیب، اندراجات کا انتخاب، اندراجات کے ماخذات کی تلاش و وضاحت وغیرہ۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا سامنا تقریباً سبھی لغت نویسوں کو ہوتا ہے مگر بعض ایسے مسائل بھی ہیں جو لغت کی نوعیت کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں جیسے کہ عمومی طور پر لغت کی اقسام میں یک زبانی لغات اور دو زبانی لغات یا سہ زبانی اور کثیر زبانی لغات وغیرہ شامل ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے مسائل کی نوعیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ یک زبانی لغت میں الفاظ کے درست معنی اور مترادف میں فرق کرنا ایک درپیش مسئلہ ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ بعض الفاظ کے مترادفات تو میسر

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ہوتے ہیں مگر معنی لکھنا دشوار محسوس ہوتا ہے۔ خون کا مترادف لہو اور دم لکھا جا سکتا ہے مگر ان مترادفات سے معنوی کی وضاحت ممکن نہیں ہے۔ اس کے برعکس دوزبانی لغات میں کلچر اور تہذیب سے متعلقہ الفاظ کا موزوں متبادل پیش کرنا ہوتا ہے۔ اشتقاقی لغات میں تفصیلی اشتقاقی معلومات مع اسناد مہیا کرنا لغت نویس کے لیے ایک کٹھن کام ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ لغت کی نوعیت کے اعتبار سے لغت کے مسائل کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے مگر مجموعی طور پر لغت نویسی ایک کٹھن کام ہے۔

عموماً مستشرقین کی لغت نویسی کو اردو زبان کی ابتدائی لغات تصور کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ان کی لغت نویسی کو منظم ہونے کے باعث اردو کی باقاعدہ لغات کہا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے اردو کی لغت نویسی کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے دور کو وہ لغت نویسی کے ابتدائی نقوش کا نام دیتے ہیں۔ اس دور میں اردو زبان کے الفاظ اپنی اصل یا بدلی ہوئی شکل میں عربی اور فارسی تصانیف میں شامل ہونے لگے تھے۔ مثلاً تزک جہانگیری، کتاب الہند اور طبقات ناصری وغیرہ۔ آٹھویں سے دسویں صدی ہجری کے عرصے میں جب ہندوستان میں فارسی لغات مرتب کی گئی تو ان ابتدائی نقوش میں کچھ باقاعدگی دیکھنے کو ملی۔ بحر الفضائل فی منافع الافاضل، تحفتہ السعادت، لسان الشعرا اور فرہنگ شیر خانی وغیرہ میں اردو الفاظ مل جاتے ہیں۔ اردو لغت نویسی کا دوسرا دور منظوم لغات پر مشتمل ہے۔ یہ لغات نصابی ضروریات کی تکمیل کے لیے تخلیق ہوئیں۔ ان نصاب ناموں کی تخلیق کا آغاز جہانگیری عہد سے ہوتا ہے۔ ان میں منظوم لغات میں اردو الفاظ کے فارسی اور عربی مترادفات کو نظم کیا گیا ہے۔ عموماً یہ فرہنگیں دو سو اشعار تک محدود ہوتی تھیں۔ ان نصاب ناموں کا مقصد بچوں کو اردو کے ذریعے عربی اور فارسی الفاظ کی تعلیم دینا تھا۔ خالق باری ان نصاب ناموں ہی کی ایک مثال ہے۔ اردو لغت نویسی کا تیسرا دور اردو و فارسی لغات کا ہے۔ اس دور کی لغات میں اردو زبان کے الفاظ و مندرجات کی جگہ تو ملتے ہیں مگر مترادفات یا ان کی وضاحت و تشریح فارسی میں لکھی گئی ہے۔ عہد عالمگیری کے عبد الواسع ہانسوی کی مرتبہ غرائب اللغات اسی نوعیت کی لغت کی ایک مثال ہے۔ یہ لغت ۱۷۴۶ء میں مرتب ہوئی۔ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں مرتب کی گئی میر محمد عترت کی لغت کمال عترت بھی اسی انداز کی لکھی گئی لغت ہے۔ اردو لغت نویسی کا چوتھا دور اردو بہ انگریزی لغات کا ہے جیسے ہی یورپ کی دل چسپی ہندوستان میں بڑھی ہندوستان آنے والے یورپیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو ویسے ہی تجارتی اور پھر استعماری مقاصد کے حصول کے لیے انگریزوں نے ہندوستان کی زبان و تہذیب سے شناسی حاصل کرنا چاہی اور یوں مستشرقین نے کتب قواعد و لغات کی ترتیب و تحریر کا باقاعدہ آغاز کیا۔ اردو لغت نویسی کا پانچواں دور اردو بہ اردو لغات کا ہے اس دور میں لغت نویسی میں خوب ترقی ہوئی۔ خاصی بڑی تعداد میں لغات لکھی گئیں۔ (۱۱) انگریزوں نے لغت نویسی کے رجحان کو فروغ دے کر ہندوستانی صاحبان علم میں اردو لغت نویسی کی خواہش کو جنم دے دیا تھا۔

لغت اور فرہنگ میں بنیادی فرق تعمیم و تخصیص کا ہے۔ (۱۲) لغت میں کسی بھی زبان کے تمام لفظوں کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ جب کہ فرہنگ نویس زبان کے تمام الفاظ کو مندرجات میں شامل کرنے کا پابند نہیں ہے۔ فرہنگ کے مندرجات کی مخصوص متن، مصنف یا کسی اور حوالے سے تحدید کی جاتی ہے۔ لغت میں درج الفاظ کے معنی کو زبان میں استعمال کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں مختلف المعنی اور

کثیر المعنی الفاظ بھی شامل کیے جاتے ہیں۔ جب کہ فرہنگ کے مندرجات کے معنی کو مخصوص تناظر اور سیاق و سباق کو مد نظر رکھتے ہوئے پر کھا اور تحریر کیا جاتا ہے۔ لغت اور فرہنگ میں بنیادی فرق کے باوجود دونوں ایک دوسرے اخذ و استفادے کا سلسلہ جاری رکھتی ہیں۔ لغت اور فرہنگ کے مابین موجود مغالطے کو ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی وضاحت سے دور کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے لغت کو دو اقسام میں منقسم کیا ہے:

۱۔ عمومی لغت

۲۔ خصوصی لغت

عمومی لغت سے مراد وہی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جس میں کسی زبان کے کم و بیش تمام الفاظ کو مندرجات کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اسے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ جب کہ خصوصی لغت (Specialized Dictionaries) میں محدود دائرے کی معلومات دینے والے الفاظ و مرکبات کے معنی حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیے جاتے ہیں۔(۱۳) یعنی فرہنگ سے مراد وہ خصوصی لغت ہے جس میں کچھ خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجات کا انتخاب کیا جائے۔ چاہے وہ خصوصیت متن، مصنف، علم یا اس کا کوئی مخصوص پہلو ہو۔

متن اساس فرہنگیں اپنی اہمیت کے پیشِ نظر ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ فرہنگ کی یہ صورت مخصوص متون کی تفہیم میں معاونت فراہم کرتی ہے۔ ان فرہنگوں سے مراد ایسی فرہنگیں ہیں، جن میں کسی متن میں مستعمل نامانوس اور غریب و نادر الفاظ، تراکیب، محاورات، ضرب الامثال، فارسی عربی کے فقرے، اشعار اور غیر مروج الفاظ درج کیے جاتے ہیں۔(۱۴)

مستشرقین کی لغت و فرہنگ نویسی کے محرکات:

تاریخ گواہ ہے کہ ہندوستان شروع ہی سے دیگر اقوام کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ قدیم دور میں کول، بھیل، دراوڑ اور پھر آریاؤں نے اس جانب رخ کیا اور یہی اسی تہذیب اور زمین کا حصہ بن گئے۔ ہندوستان کبھی سکندری حملے کا شکار ہوا تو گپت سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ اس دوران ہندوستان اور روم کے مابین تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ پھر ہن قوم نے تخت سنبھالا۔ کبھی عرب سندھ پر حملہ آور ہوئے تو کبھی کابل سے آنے والے محمود غزنوی نے ہندوستان کو پرکشش خیال کیا۔ غزنی خاندان کے بعد غوری اور اس کے بعد خاندان غلاماں کی ہندوستان میں حکومت کا آغاز ہوا، مگر چنگیزی اور اس کے بعد تیموری حملوں نے ہندوستان میں مرکزیت کا خاتمہ کر دیا۔(۱۵) آزاد ریاستوں کے قیام میں تہذیب و تمدن کی پرورش ایک نئے انداز میں ہوئی۔ یوں ہندوستان کے وسائل کا تصرف تاریخ میں مختلف ادوار میں کیا جاتا رہا۔ مگر ان اقوام نے تعمیر و ترقی کے کاموں میں بھی خوب حصہ ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ پندرھویں صدی سے یورپ کی تمام تر دلچسپیوں کا رخ ہندوستان کی جانب ہو گیا۔

ہندوستان اپنی زرخیزی، وسائل کی دست یابی کے باعث غیر قوموں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ ایشیا اور یورپ کے مابین تجارتی تعلقات کی تاریخ از منہ قدیم سے چلی آ رہی ہے۔ ایک عرصے سے تجارت کی غرض سے شام کا راستہ استعمال کیا جاتا رہا۔ منگولوں کی لائی ہوئی تباہی اس تجارتی شاہراہ کو بند کرنے کا موجب بنی چناں چہ یورپی ممالک تک تجارتی سامان پہنچانے کے لیے دریائے نیل کا راستہ اختیار کیا، اور جب ترک فتوحات نے یورپیوں کے لیے بحر روم میں تجارت کو ناممکن بنا دیا تو ہسپانیہ اور پرتگال جیسے یورپی ممالک نئے راستوں کی دریافت پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گئے۔ کیوں کہ صرف وینس کی تجارتی منڈی تک خود کو محدود کر لینا ان کے تجارتی فائدے کو محدود کر دینے کے مترادف تھا۔ اس صورت حال نے ان ممالک کو ہندوستان کا نیا راستہ دریافت کرنے کی تحریک مہیا کی۔ یوں ہسپانیہ اور پرتگال میں معاشی فکر کے سبب بحری مہمات کا آغاز ہوا۔ دراصل ہندوستان کی آب وہوا، فصلیں، مذاہب، روایات، پھل، پھول سب ہی کے رنگ اہل یورپ کے لیے نرالے تھے۔ زرعی زمینوں نے ہندوستان کو اہل یورپ کی نظر میں سونے کی چڑیا بنا کر پیش کیا تھا۔ اس آباد، خوبصورت اور پر فضا مقام کو دیکھنے کی خواہش زندہ دل یورپی کے دل میں موجود تھی۔ ہندوستان میں تیار کیے گئے کپڑے جو یورپ پہنچے تو انھیں ہندوستان کی ترقی اور خوش حالی نے بہت متاثر کیا۔

اہل یورپ اس وقت مشرق سے بہت پیچھے تھے مگر جہاز رانی کے ماہرین ان کے پاس موجود تھے۔ واسکوڈے گاما بھی ان ہی ماہرین اور ذہین افراد میں شامل تھا۔ ۱۴۹۷ء شاہ پرتگال نے ۳۷ برس کے واسکوڈے گاما (Vasco da Gama) کو امیر البحر مقرر کر کے ایک بحری بیڑہ سونپا اور ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرنے کی ذمے داری سونپی۔ ۸ جولائی ۱۴۹۷ء کو واسکوڈے گاما (Vaso da Gama) مانرین سے روانہ ہوا۔ گیبریل (Gabriel)، رافائیل (San Rafael)، باریو (Barrio) اور ساریو (Saryu) نام کے چار بحری جہاز اس کے زیرِ کمان تھے۔ دوران سفر بہت سے طوفانوں میں جہاز راستے سے بھٹکے مگر ایک ماہر مسلمان ملاح مثنین احمد بن ماجد کی رہ نمائی میں یہ جنوبی افریقہ کے ساحلوں کو پہنچ گئے۔ افریقہ کے مشرقی ساحل سے ہوتے ہوئے بالآخر ۲۲ مئی ۱۴۹۸ء کو وہ ہندوستان کے مغربی ساحل یعنی کالی کٹ (کلکتہ) کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئے۔ (۱۶) ہندوستان کے راستے کی دریافت پر واسکوڈے گاما (Vasco da Gama) کو امیر البحر کا خطاب ملا۔ ۱۴۹۹ء میں یہ اپنا جہاز گرم مصالحوں، جواہرات اور ہندوستان کے قیمتی کپڑوں سے بھر کر پرتگال پہنچا۔ اس دریافت کے نتیجے میں ہندوستان اور پرتگال کے مابین تجارتی روابط قائم ہوئے اور پرتگال کا دار لحکومت لزبن (Lisbon) ہندوستان کے ساتھ کی جانے والی تجارت کے سبب یورپ کا سب سے اہم تجارتی مرکز بن گیا اور اسی راستے کی دریافت نے برطانیہ اور فرانس کے لیے تجارتی منڈیوں کے راستے کھولے۔ (۱۶)

اس راستے کی دریافت ایشیا میں پرتگالیوں کے قائم کردہ طویل نو آبادیاتی نظام کی بنیاد بنی۔ ہندوستان کے وسائل اور خوش حالی کی داستانوں نے ہی ان اقوام کو اس جانب رخ کرنے کی تحریک مہیا کی تھی اور پھر پرتگالیوں کی کامیابی ہندوستان میں دیگر اقوام کی دلچسپی کا باعث بنی۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ہندوستان میں پرتگالیوں کے قیام کی داستان ان کے مظالم کی کہانیوں سے پر ہے۔ہندوستان میں قیام نے پرتگالیوں کو معاشی استحکام بخشا۔ مگر ان کا یہاں قیام اقدار اور روایات کو آگے بڑھانے کا نہ تو موجب بن سکا اور نہ وہ ہندوستانیوں سے ان کی روایات کے مطابق سلوک کر سکے۔ پرتگالی سمندر پر ڈاکوؤں کی صورت قابض تھے۔ کالی کٹ کے باشندوں پر مظالم توڑنے کے علاوہ حجاج اور زائرین کے جہاز لوٹنا ان کے معمول کا حصہ تھا۔

البوکرک (۱۴۵۳ تا ۱۵۱۵) کو پرتگال کی تاریخ میں ایک عظیم جرنل کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پرتگالی فوجی مہم جو اور جہاز ران ہندوستان میں پرتگالی مقبوضات کے وائسرائے کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔ اس پرتگالی وائسرائے کا اصل نام افسانو ڈی البوکرک (Afonso De Albuquerque) تھا۔ پہلی مرتبہ ۱۵۰۳ء میں اپنے کزن فرانسکو کے ساتھ کوچن کے حکمران کی مدد اور حفاظت کے لیے ہندوستان آیا تھا۔ یہاں آکر کوچن میں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ پرتگال کی تجارتی چوکیاں قائم کرنے کے بعد ۱۵۰۴ء میں واپس پرتگال جانے پر شاہ مینوئل نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ البوکرک مشرق میں پرتگالی حکومت کے قیام کا حامی تھا۔ ۱۵۰۵ء میں البوکرک کی استوار کی گئی بنیادوں پر فرانسکو ڈی آلمیڈا کو ہندوستان میں پرتگال کا گورنر مقرر کر کے بھیجا گیا۔ ۱۵۰۸ء میں البوکرک شاہ پرتگال کے حکم سے وائسرائے کی حیثیت سے ہندوستان پہنچا۔ ۱۵۱۰ء میں بہ حیثیت وائسرائے گوا (Goa) پر اپنا قبضہ قائم کیا اور ہندوستان میں گوا (Goa) کو پرتگالی طاقت کا مرکز بنایا۔ البوکرک ہندوستان کی تجارتی حیثیت سے بہ خوبی آگاہ تھا اس لیے وہ ہندوستان پر پرتگال کے مستقل قبضے کا خواہش مند تھا۔ اس کی تجویز تھی کہ پرتگالی مردوں کو ہندوستانی عورتوں سے شادیاں کر لینی چاہییں۔ یوں ہندوستانی کی آئندہ نسل پرتگالیوں کی اولاد ہو گی تو پرتگالی اقتدار کے خلاف مزاحمت نہ کریں گے۔ البوکرک کا منصوبہ مشرق اور یورپ کے مابین ہونے والی تمام تجارت کو مسلمانوں سے چھین کر پرتگالیوں کے لیے خاص کر لینے کا تھا۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اس نے بہت سے اقدامات بھی کیے۔ ۱۵۱۱ء میں جزیرہ نما ملایا میں واقع شہر ملاکا پر قبضہ کیا اور ایک بحری اڈہ بھی تعمیر کیا۔ بحرِ احمر کی اسلامی تجارت کو برباد کرنے کے لیے عدن پر حملے کیے مگر یہاں وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ البتہ ۱۵۱۵ء میں جزیرہ ہرمز پر قبضہ کر کے خلیج فارس میں مسلمانوں کی تجارت کو نقصان پہنچایا۔(۱۸) البوکرک کے بعد آنے والے سب ہی گورنروں اور واسرائے نے اس کی فراہم کی گئی بنیاد پر پرتگالی نوآبادیاتی نظام کو مزید استحکام بخشا۔ یہاں نوآبادیات قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔

ہندوستان سے تجارتی فوائد کے حصول کے لیے بہت سی یورپی اقوام (ہالینڈ، ڈین، ولندیز، برطانیہ، فرانس اور جرمن) نے پرتگالیوں کی دیکھا دیکھی اس طرف رُخ کیا مگر صحیح معنوں میں پرتگالیوں کے علاوہ برطانوی انگریزوں، فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے یہاں باقاعدہ طور پر اپنی تجارتی کمپنیاں قائم کیں۔ ہندوستان کی اندرونی کمزوریوں اور معاشی اہمیت نے ان تاجر اقوام کے دل میں قبضے کی خواہش پیدا کی۔ تکمیل کی غرض سے عملاً انھوں نے ہندوستان کے علاقے میں قدم جمانے بھی شروع کیے مگر قبضے کی اس مشترک خواہش کے نتیجے میں یہ اقوام ایک دوسرے کے مدمقابل آکھڑی ہوئیں۔ ہالینڈ اور ولندیز پرتگالیوں کی تجارت پر قابض ہونے کی کوشش میں ایک دوسرے

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کو کمزور کرتے رہے، اس مقصد کے لیے ایک دوسرے کے جہاز لوٹ لینا عام سی بات تھی۔ یہ اقوام ہندوستان کے حکمرانوں سے عہد کر کے عہد شکنی کی مرتکب بھی ہوتی رہی۔(۱۹) حقیقت میں پرتگالیوں کی قوت کا خاتمہ مغل بادشاہ شاہ جہاں کے ہاتھوں ہوا۔

جب برطانیہ کلکتہ کی زمین میں اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا اس وقت دکن کا علاقہ فرانسیسیوں کو معاشی استحکام عطا کر رہا تھا۔ غرض یہ کہ اہل یورپ ہندوستان کی سرزمین پر قابض ہونے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اس کے لیے ہندوستانی حکمرانوں سے ساز باز میں بھی مصروف تھے مگر درحقیقت ان تمام اقوام کو یہاں قدم جمانے کے لیے صرف ہندوستانی باشندوں اور حکمرانوں ہی کا سامنا نہ تھا بلکہ انھیں دوسری یورپی اقوام کے سامنے خود کو زیادہ طاقت ور بھی ثابت کرنا تھا اور کسی حد تک ان اقوام میں موجود ملک گیری کی ہوس کا تقاضا یہ بھی تھا کہ وہ دیگر اقوام کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دے۔

برطانیہ کے جیمز اول نے مغل حکمران نور الدین محمد جہانگیر (۱۵۶۹-۱۶۲۷ء) کے دربار میں ۱۶۱۶ء میں اپنا سفیر بھیجا۔ کیپٹن ٹامس رائے (۱۵۸۱ء-۱۶۴۴ء-Thomas Roe)(۲۰) تین سال تک شاہی دربار میں موجود رہا اور جہانگیر سے برطانیہ کے لیے تجارتی اجازت نامہ لے کر لوٹا۔(۲۱) ملکہ الزبتھ (Queen Elizabeth) نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو اگلے پندرہ سالوں تک تجارت کی اجازت دے رکھی تھی۔ جیمز اول نے اس کی مدت کو بڑھا کر اس اجازت کو وقت کی پابندی سے آزاد کر دیا۔ جہانگیر سے ملنے والے فرمان میں کمپنی کو سورت میں فیکٹری اور اس کے گرد فصیل لگانے کی اجازت تھی۔ ۱۶۱۳ء میں یہ فیکٹری قائم ہوئی اس کے ساتھ ساتھ آغاز ہی میں سلطنت بھر میں تجارت کی غرض سے کمپنی نے آگرہ، اجمیر، احمد آباد اور بھرائچ میں تجارتی کوٹھیاں قائم کی۔ اس وقت ان کی زیادہ تجارت جاوا اور سماٹرا میں تھی۔ مصالحہ جات کی یورپ میں برآمد ان کا خاص مقصد تھی مگر جب ۱۶۲۳ء میں ولندیزیوں نے برطانیہ کو جزائر شرق الہند سے نکال دیا تو ہندوستان میں ان کی دل چسپی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ دراصل ۱۶۱۳ء سے ہی ولندیزی اور انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی میں واضح اختلافات پیدا ہو چکے تھے ولندیزی تجارت میں اشتراک کے خواہاں تھے مگر انگریز ان کے ساتھ اشتراک کرنے سے انکاری تھے۔ سمجھوتے کی سب کوششوں کے ناکام ہونے کے بعد ۱۶۲۳ء میں ایمبونیہ میں ولندیزیوں کے ہاتھوں انگریزوں کا قتل عام ہوا۔(۲۲) چناں چہ گرم مصالحوں کی تجارت ولندیزیوں کو مجبوراً سونپتے ہوئے انھوں نے ہندوستان کا رخ کیا نیز اس واقعے نے انگریزوں کو بحری جہاز بنانے کی تحریک مہیا کی۔ انھوں نے بحری قزاقوں اور اپنے یورپی رقیب طاقتوں ولندیزیوں، فرانسیسیوں اور پرتگالیوں کے خلاف اپنی قوت میں اضافہ کرنا ضروری خیال کیا۔ ۱۶۲۸ء میں شاہ جہاں حکمران ہوئے اور ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب مغلیہ سلطنت کے تخت پر متمکن ہوئے۔ یہ بادشاہ مرہٹوں کی قوت کچلنے میں مصروف رہے۔ اور انگریزوں کی چالوں اور ملک گیری کی ہوس کو پہچان نہ پائے۔ اس دوران میں انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجروں کے بھیس میں سیاسی، معاشی، صنعتی اور لسانی سطح پر اپنی راہ ہموار کرتے رہے۔ مغل سلطنت ایک طرف تو راجپوتوں، سکھوں اور مرہٹوں کی بغاوتوں کے خلاف نبرد آزما رہی اور دوسری جانب تخت نشینی کی داخلی سازشوں کا شکار بنی رہی۔ دوسری جانب ۱۶۶۱ء میں انگلستان کے چارلس دوم نے پرتگال کے جان چہارم کی بیٹی کیتھرین سے شادی کر لی۔(۲۳) یہ دو ریاستوں کے مابین ایک معاہدے کی صورت

تھی۔ اس سے انگلستان اور پرتگال ایک بار پھر ایک دوسرے کے حمایتی بن گئے۔ پرتگالی شہزادی اپنے جہیز میں ایک ہندوستان کا جزیرہ لائی۔ چارلس دوم نے یہ جزیرہ دس پونڈ سالانہ لگان کے عوض ایسٹ انڈیا کمپنی کو فروخت کر دیا۔(۲۴) اس جزیرے کے باعث ایسٹ انڈیا کمپنی نے خوب معاشی ترقی کی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے پھیلتے ہوئے کاروبار، اضافہ بخش آمدن اور بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ پر انگلستان کی حکومت کی جانب سے حوصلہ افزائی کا رجحان نمایاں نظر آتا ہے۔ اس بات کا اظہار ۱۷۰۸ء میں کمپنی کو دیے گئے Godolphin انعام سے ہوتا ہے۔ اس عرصے میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے مابین جنگ جاری رہی۔ فرانسیسی اقتدار کا خاتمہ اس وقت ہوا جب لیفٹیننٹ رابرٹ کلائیو کے ہاتھوں ڈوپلے کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔(۲۵)

اٹھارھویں صدی کے نصف تک مغلیہ حکومت کے حالات دگر گوں ہو چکے تھے۔ انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی بکسر کی جنگ میں شکست کے بعد حکومت کے تن مردہ کے جی اٹھنے کی امید کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ برطانیہ نے ۱۷۵۷ء میں بنگال کے دیوانی حقوق حاصل کر کے دیگر اقوام کے سامنے خود کو ہندوستان کے مستقبل کے حکمران کی حیثیت سے متعارف کروالیا۔ ہندوستان کے معاملات میں کمپنی کی مداخلت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ یہ نعرہ عام ہو گیا تھا۔ ملک بادشاہ کا حکم کمپنی بہادر کا۔(۲۶) اس کے بعد وقت نے دکھایا کہ تجارتی مراعات اور اجازت ناموں کے حصول سے شروع ہونے والا یورپی اقوام کا سفر عنان حکومت سنبھالنے تک جا پہنچا۔ ان کو اپنے تمام منصوبوں کی تکمیل کے لیے زبان سیکھنا ناگزیر تھا۔ چوں کہ انگریز بھی شدت سے زبان سیکھنے کی اہمیت سے واقف تھے اسی لیے حکومتی سطح پر بھی انگریزوں کو زبان سکھانے کے اقدامات کیے گئے۔ انگریز حاکمین نے اپنے اور یہاں کے باشندوں کے مابین زبان کے باعث پیدا ہونے والی دوری اور دشواری دونوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے زبان کی جانب توجہ دی۔ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کا قیام اور بعد میں ۱۸۰۵ء میں ہیل بری کالج کا قیام اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔(۲۷) زبان سکھانے کے عمل میں حکومت کے ساتھ قابل مستشرقین کا کردار بہت اہم ہے۔

ہیل بری کالج اور فورٹ ولیم کالج برطانیہ سے انتظامی امور سنبھالنے کے لیے آنے والے انگریزوں کے لیے درس گاہوں کی حیثیت رکھتے تھے جہاں انھیں اردو، فارسی، سنسکرت اور عربی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس اساسی تعلیم کا مقصد یہی تھا کہ مقامی آبادی سے میل ملاپ اور انتظامی کاموں کی بجا آوری میں زبان سے ناواقفیت رکاوٹ کا باعث نہ بنے۔ البتہ زبان سیکھنے اور سکھانے کی کوشش پادریوں کی جانب سے بھی کی گئی۔ ان کے مقاصد خالصتاً مذہبی نوعیت کے تھے جیسے ہندوستانی قوم میں اپنے مذہب عیسائیت کی تبلیغ وغیرہ۔ مجموعی طور پر انگریزوں کی جانب سے زبان کے حوالے سے اٹھائے جانے والے تمام اقدامات کے محرکات سیاسی، مذہبی یا تجارتی ہی دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر سلیم اختر نے اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ میں اہلِ فرانس کی اردو شناسی کو ثقافتی اور علمی مقاصد کے حصول کا نتیجہ قرار دیا ہے۔(۲۸) مگر انھوں نے بھی اس محرک کو اہل فرانس کے ساتھ مشروط کر دیا ہے جب کہ تجزیے اور تحقیق کے مطابق برطانوی مستشرقین کے کاموں میں بھی علم دوستی اور زبانوں سے لگاؤ پایا جاتا ہے۔ فرہنگِ ہوبسن جوبسن انیسویں صدی کے اختتام پر لندن سے شائع ہوئی۔ یہ برطانوی مستشرق سر ہنری یول اور آرتھر کوک برنل کی مشترکہ تالیف ہے۔ یہ فرہنگ انیسویں صدی میں مستشرقین کی لکھی جانے والی دیگر لغات

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سے واضح طور پر منفرد ہے۔ یول اور برنل کی اس فرہنگ میں دیگر لغات کی طرح صرف مندرجہ لفظ کے معانی اور مترادفات دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس فرہنگ میں ہر مندرجہ لفظ پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے معانی، ماخذ، مختلف ادوار میں لفظ کی شکل اور تلفظ میں آنے والی تبدیلیوں، لہجوں اور علاقوں کے فرق سے لفظ کے استعمال کے فرق تک کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنفین نے کسی بھی لفظ کے متعلق اپنی تحقیق کو یہاں تک روک نہیں دیا بلکہ مختلف کتب میں لفظ کی موجودگی کی مثالیں کتابوں کے مکمل حوالے کے ساتھ نقل کی ہے۔ فرہنگ کے بعض مندرجات تو ایسے ہیں کہ یول نے ان کی وضاحت میں باقاعدہ مبسوط لسانی مقالے لکھ ڈالے ہیں۔ یول لفظ کے ماخذ کی تلاش کی ہر ممکن کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ مختلف ماہرین کی رائے نقل کرنے کے ساتھ درست اشتقاق کی تلاش میں قیاس سے بھی کام لیتے ہیں۔ یہ تحقیقی اور علمی مباحث پوری فرہنگ میں یکساں نظر آتے ہیں۔ ان ثقیل علمی بحثوں اور مصنفین کی اس قدر سنجیدہ تحقیق کا محرک صرف استعماری مقاصد کو قرار دے دینا ان کے علم دوست رویے کے ساتھ ناانصافی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ناقدین و محققین نے مستشرقین کی لغت نویسی کے پیچھے کبھی بھی علم دوستی کے جذبے کی نشاندہی نہیں کی۔ ان کی یہ فرہنگ صرف دیگر فرہنگوں اور لغات کے اندراجات کو دہرانے کا کام انجام نہیں دیتی۔ بلکہ اس میں نقل کی گئی کتب (سفرنامے، تواریخ، سرکاری دستاویزات) سب قارئین کے علم میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ یہ فرہنگ لسانی معلومات کے ساتھ ساتھ تاریخی، ثقافتی، سماجی، تہذیبی حوالوں سے بھی قارئین کے علم میں اضافہ کرتی ہے۔ میری رائے میں مصنفین کی اس خالص تحقیقی کاوش کو اگر علم دوستی کے محرک جذبے کو پیش نظر رکھ کر دیکھا جائے تو دیگر محرکات کے مقابلے میں علمی محرک کا پلڑا بھاری دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے علمی مقاصد کے تحت کیے گئے کاموں کو صرف اہل فرانس تک محدود رکھنا درست نہ ہو گا۔ بلکہ یہ ماننا ہو گا کہ برطانوی مستشرقین میں سے بھی کچھ ایسے ہیں جنھوں نے علمی تحقیقات کو علمی مقاصد کے لیے کیا۔

ابواللیث صدیقی بھی زبانوں کے مطالعے کو یورپ میں علمی ذوق و شوق کی بیداری کے ساتھ منسلک کرتے ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ و ترویج کے جذبے کو زبان شناسی کا محرک قرار دیتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ سب مجموعی محرکات میں سے کچھ ہے۔ استعماری اور تجارتی محرکات کا پلڑا بھاری ہے۔(۲۹)

انگریزی میں بھی مستشرقین کی لغت نویسی اور زبان سیکھنے اور فروغ دینے کی مد میں اٹھائے گئے محرکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان مطالعات سے بھی یہ ہی اخذ کیا گیا کہ مستشرقین کی تمام ترکاوشوں کا محرک جذبہ سیاسی، معاشی اور تجارتی فائدے کا حصول تھا۔ قاسم اور ان کے محقق رفقا نے تقسیم سے قبل اردو لغت نویسی کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس جائزے میں انھوں نے مستشرقین کی لغات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اٹھارھویں صدی میں لکھی جانے والی لغات، انیسویں صدی میں لکھی جانے والی لغات اور بیسویں صدی میں لکھی جانے والی لغات۔ لغات کی نوعیت اور لغات کے خصائص کو سامنے رکھتے ہوئے محرکات لغت نویسی پر بحث کو آگے بڑھایا ہے اور اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ مجموعی طور پر چند ایک کو چھوڑ کے تمام لغات کے پیش نظر انگریز صارفین تھے۔ یعنی کہ بہ ظاہر اردو زبان کی لغات اردو کی ایک

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

بڑی خدمت محسوس ہوتی ہے مگر یہ خدمت اہل زبان یا ہندوستانیوں کو پیش نظر رکھ کر نہیں کی جا رہی تھی بلکہ ان سب لغات کا مقصد انگریزوں کو ہندوستان کی زبان سے روشناس کروانا تھا۔(۳۰) ان کو انتظامی امور میں زبان سے نابلد ہونے کے باعث جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سب مسائل کو حل کرنا تھا۔ غرض یہ کہ اس ساری محنت کا مقصد انگریزوں کی دشواریوں کو دور کرنا تھا تاکہ وہ اپنی ذمے داریوں کو بہ خوبی انجام دے سکیں اور سیاسی، تجارتی مقاصد کے حصول کو ممکن بنا سکیں۔

ہندوستان کی مخصوص صورت حال سے قطع نظر اگر دیکھا جائے تو عموماً دو طرح کی صورت حال لغت نویسی کا محرک ثابت ہوتی ہے۔ پہلی جب دو مختلف اقوام باہم مل کر تجارتی، سماجی یا سیاسی تعلقات استوار کرتی ہیں تو بدیسی الفاظ سیکھنے کی خواہش کے نتیجے میں لغات اور فرہنگیں جنم لیتی ہیں۔ دوسرا جب زبانیں فطری ارتقا کے بعد قدرے تبدیل شدہ صورت اختیار کر لیتی ہیں تو آغاز میں تخلیق ہونے والے ادب سے مختلف دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ایسے میں قدیم ادب کے معنی سے واقفیت کے لیے لغات ترتیب دی جاتی ہیں۔ مستشرقین نے جو لغات ترتیب دیں ان کا محرک پہلی صورت تھی۔(۳۱)

زبان سیکھنے کے عمل میں کتب لغات و قواعد بنیادی اہمیت رکھتی ہیں مگر بد قسمتی سے انگریزوں نے جس صدی میں ہندوستان کی مقامی زبانوں کو سیکھنے کی طرف قدم بڑھایا اس وقت تک کے اہلِ زبان کا کام زبان سیکھنے کے عمل میں ان کی معاونت کے لیے موزوں نہ تھا۔ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ انگریزوں کے ذاتی مفاد کے لیے اٹھائے گئے اقدام نے اس کے فروغ و نشوونما میں خوب حصہ ڈالا۔ آغاز میں ہی لغات اور کتب قواعد کی عدم دست یابی کا حل یہ نکالا کہ قابل انگریز افسران نے اس طرف توجہ دی اور لغات مرتب کرنے پر اپنی قوت اور وقت صرف کیا۔ یوں ان کاوشوں کے نتیجے میں کچھ اساسی نوعیت کی مختصر لغات، کچھ مقامی زبانوں کے ملے جلے الفاظ کی لغات اور کچھ جدید معیار اور تحقیقی اہمیت کی حامل لغات منظرِ عام پر آئیں۔ یہ سب لغات، قواعد اور زبان کی ابتدائی تعارفی کتب صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ لندن سے بھی شائع ہوئیں۔ ان مشرقی زبانوں پر صرف ہندوستان میں مامور قابل افسران نے قلم نہ اٹھایا بلکہ یورپ میں موجود ایسے مستشرقین نے بھی کتب مرتب کیں جنھوں نے کبھی ہندوستان میں قدم نہ رکھا۔ برطانیہ کی ہندوستان کے حکومتی امور میں مداخلت کے ساتھ ہی انگریزوں کو اعلیٰ عہدے ملنا شروع ہو گئے تھے جیسے جیسے برطانیہ کے اختیارات میں اضافہ ہوتا گیا۔ انگریز افسران کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے ہندوستان آنے والے انگریزوں پر زبان سیکھنا ضروری تھا۔ دراصل اس ملازمت کے حصول کے لیے زبان کا امتحان پاس کرنا بنیادی شرط تھی۔ چناں چہ برطانیہ میں بھی ماہرین علوم شرقیہ نے لغات کی تدوین اور ابتدائی یا ضروری نوعیت کی کتب کی تالیف کی جانب رُخ کیا۔ حکومت کی بھی خواہش تھی کہ ہندوستان آنے والے افسران پہلے ہی سے یہاں کی تہذیب اور زبان سے متعارف ہو جائیں تاکہ ہندوستان آمد پر فوری طور پر اپنے فرائض سنبھال لیں اور زبان اور تہذیب سے ناواقفیت ان کی کمزوری نہ بن جائے، چوں کہ نوآبادکار کی واضح حکمت عملی خود کو نوآبادیاتی باشندے سے برتر ثابت کرنا ہوتی ہے، اس لیے وہ کسی بھی صورت اپنی کسی

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

کمزوری یا کم علمی کو نو آبادیاتی باشندوں کے سامنے عیاں ہونے نہیں دیتا۔ یوں انگریزوں کو زبان سے مکمل طور پر روشناس کروانے کے لیے ہندوستان اور برطانیہ دونوں جگہوں پر اردو زبان کو افزائش کے مواقع میسر آئے۔

بنیادی طور پر اگر انگریزوں کی استعماری فکر سے ہٹ کر اگر ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالیں، تو ایک انوکھی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان زبانوں کی صرف و نحو یا لغات مرتب کرنے کا بیشتر کام کسی دوسری قوم کے ہاتھوں شروع ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچا کیوں کہ کسی زبان کی مبادیات یا اساسی ڈھانچے کو جاننے کی ضرورت اس زبان کے بولنے والوں کو نہیں بلکہ غیر اہلِ زبان کو پیش آتی ہے۔(۳۲) کچھ ایسا ہی معاملہ اردو زبان کے ساتھ پیش آیا۔ جب انگریز حکومت اور عیسائی مبلغین نے اپنی ترقی اور مقاصد کے حصول کے لیے اردو زبان کو منتخب کیا تو نتیجے میں اردو کی لغات اور کتب قواعد سامنے آئیں۔

یورپ نے اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے لیے ہندوستان میں قدم رکھا۔ تجارتی و معاشی مفادات کی تکمیل کے لیے برصغیر میں مضبوط بنیادوں پر اپنی حکومت کو استوار کرنے کی کوشش کی۔ صرف تجارت و وسائل پر قابض ہو جانا ان کے مستقبل کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے کافی نہ تھا اس لیے ان وسائل کے ہمیشہ کے لیے مکمل تصرف کے حصول کے لیے انھوں نے اپنے زرخیز ذہن کو بروے کار لاتے ہوئے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت سے آگاہی کے ساتھ ساتھ خود کو یہاں کی زبان سے واقف کروانا بھی ضروری سمجھا۔ لین دین و تجارتی معاملات کے لیے مترجمین یا مختصر گفتگو سے بھی کام لیا جا سکتا تھا مگر ہندوستان پر حکمرانی کی خواہش، سیاسی جوڑ توڑ اور یہاں کی ریاستوں کی اندرونی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری تھا کہ مترجم کی محتاجی نہ رہے۔ انگریزوں کو جب داخلی کمزوریوں کا حال معلوم ہوا تو حکومت پر قبضے کی خواہش کے پیشِ نظر بیرون ملک سے آنے والے نوارد افسران کے لیے زبان کے امتحان میں کامیاب ہونا بنیادی شرط قرار پایا۔ انگریزوں کو اجنبی زبان سکھانے کے لیے ہندوستان کی کتب میں چوں کہ خاطر خواہ سرمایہ موجود نہ تھا۔ اس لیے کتب قواعد و لغات کی تدوین کا کام ان مستشرقین کو خود کرنا پڑا۔ یوں استعماری، تجارتی، معاشی مفادات کے حصول بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ خالصتاً سنگین نوعیت کے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے اردو زبان کی ابتدائی نوعیت کی کتب تالیف کی گئیں۔

اردو زبان سیکھنے کا شوق اور اس کے نتیجے میں اردو لغت نویسی کے شوق کا آغاز اٹھارھویں صدی میں ہوا۔ انیسویں صدی میں لغت نویسی کا سلسلہ زور و شور سے جاری رہا۔ یہاں تک کہ بیسویں صدی میں بھی چند لغات ترتیب دیے گئے۔ مگر اس حوالے سے سب سے زیادہ لغات انیسویں صدی میں شائع ہوئے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ لغات انگریز صارفین کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر لکھے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی یک زبانی لغت نہیں ہے بلکہ تمام دو زبانی لغات ہیں۔ چند ایک سہ زبانی اور چہار زبانی لغات بھی تھیں۔ ان کا مقصد بھی انگریزوں کو ہندوستان کی دیگر بولیوں جیسے کہ بنگلہ، فارسی اور گجری وغیرہ سے متعارف کروانا تھا۔ گو کہ ان لغات کے براہ راست صارف انگریز خود تھے مگر نا صرف ان لغات کے توسط سے اردو لغات کے ذخیرے میں اضافہ ہوا بلکہ اہل ہندوستان کو فن لغت نویسی سیکھنے کا موقع بھی میسر آیا۔ یہاں تک کہ کچھ اردو مؤلفین کو انگریز مستشرقین سے براہ راست تربیت حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔ مستشرقین کی

لغات کے مندرجات کا جائزہ لیا جائے تو یہ عام بول چال کی زبان تک زیادہ محدود نظر آتے ہیں۔ زیادہ تر ان کے مندرجات میں یکسانیت بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ادبی ذخائر سے الفاظ کا انتخاب نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ مؤلفین کے نزدیک ان لغات کے صارفین انگریز تھے۔ جو زبان کو ادبی ذوق کی تسکین کے بجائے اپنی ذمہ داریوں کی بجا آوری کے لیے سیکھنے کے خواہاں تھے۔ ادبی زبان کے الفاظ کی عدم موجودگی کے باوجود بھی اردو لغت نویسی کے ارتقا کو مد نظر رکھیں تو، لغت نویسی کو ترقی دینے میں مستشرقین کے فن کا حصہ سراہے جانے کے قابل ہے۔ ان ہی کے توسط سے اردو میں جدید بنیادوں پر لغت نویسی کا آغاز ہوا۔

حوالہ جات/ حواشی

1۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد شانزدہم، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۴ء، ص:۲۱۴، ۲۱۵

2۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ص:۲۶۵۹

3۔ جان ایٹو (John Ayto)، Word Origins: The secret Histories of English words from A to Z، لندن: اے اینڈ سی بلیک، ۲۰۰۵ء)، ص:۱۶۴

4۔ ایم۔ اے۔ کے۔ ہیلڈے (M.A.K.Halliday)، Lexicography and corpus Linguistic نیویارک: کنٹینیم، ۲۰۰۴ء، ص:۵

5۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد سیز دہم، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۰ء، ص:۹۲۹۔ ۹۳۰

6۔ شاہینہ تبسم، اردو میں لغت و فرہنگ نویسی، مشمولہ: شعر و ادب کے باب میں، نئی دہلی: ذاکر حسین پوسٹ گریجویٹ ایوننگ کالج، ۲۰۰۸ء، ص:۱۱

7۔ غلام عباس، گل باز: ادبی فرہنگ نویسی: بنیادی نکات، مشمولہ: تحقیقی زاویے، شمارہ ۷، بھمبر: الخیر یونی ورسٹی، ۲۰۱۶ء، ص:۱۳۱

8۔ رؤف پاریکھ، لغات اور فرہنگیں، لاہور: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۱ء، ص:۱۱

9۔ ارشد مسعود ہاشمی، لغت اور لغت نویسی، مشمولہ: لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ، مرتبہ: رؤف پاریکھ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء، ص:۹

10۔ رؤف پاریکھ، فرہنگیں اور اردو میں ادبی متون کی فرہنگیں، مشمولہ: لغات تحقیق و تنقید، کراچی: سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۲۰ء، ص:۱۹۲

11۔ رؤف پاریکھ، لغوی مباحث لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء، ص:۱۱۔ ۲۸

12۔ غلام عباس، گل باز: ادبی فرہنگ نویسی: بنیادی نکات، مشمولہ: تحقیقی زاویے، شمارہ ۷، ص:۱۳۱

13۔ رؤف پاریکھ، فرہنگیں اور اردو میں ادبی متون کی فرہنگیں، ص:۱۹۵

14۔ عبدالرشید، (متن اساس) فرہنگیں: مسائل اور صورت حال، مشمولہ: تدریس نامہ (جدید تدریسی رجحانات کا ترجمان علمی و ادبی کتابی سلسلہ ۱) (نئی دہلی: اکادمی برائے فروغ استعداد میڈم اساتذہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، سن ندارد)، ص:۱۳۵

15۔ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء، ص:۱۹

16۔ جے۔ ٹی۔ بوائز ویلر (J.T.Boys Wheeler)، India and the frontier states of Afghanistan, Nepal and Bhutan، لاہور: ونگار بکس پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۸۶ء، ص:۱۲۶

17۔ ایضاً، ص:۱۲۸

18۔ یاسر جواد، عالمی انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، ۲۰۰۹ء، ص:۲۰۵۔۲۰۴

19۔ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار، ص:۲۱

20۔ سوشیل چوہدری، Trade, Politics and Society: The London Milieu in the early modern era لندن: رتلیج، ۲۰۱۷ء، http://book.com.pk

21۔ مورخین میں مغل بادشاہ جہانگیر سے تجارتی اجازت نامہ حاصل کرنے والے شخص کے نام کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مورخین جان ہاکنز (John Hawkins) کا نام لکھتے ہیں۔ جان ہاکنز جہانگیر کے دربار میں آنے والا انگریز تاجر تھا۔ اپنی دلچسپ شخصیت کے باعث ہاکنز نے جلد ہی مغل بادشاہ سے دوستانہ مراسم قائم کر لیے تھے۔ مختلف مواقع پر ہاکنز نے جہانگیر سے برطانیہ کے لیے تجارتی اجازت نامہ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ کچھ مورخین کے مطابق بے حد اصرار پر جہانگیر نے اجازت دے دی تھی مگر زیادہ کتب میں تھامس رائے کا نام ہی ملتا ہے۔ فلپ۔ ای۔ جانز (Philip-E-Jones)، Mariners, Merchant and the Military too: A History of British Empire، http://books.com.pk

22۔ رضیہ نور محمد، اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از ۱۴۹۸ء تا ۱۹۴۷ء لاہور: لائن آرٹ پرنٹرز، مکتبہ خیابان اردو، ۱۹۸۵ء، ص:۱۶۳

23۔ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار، ص:۲۵

24۔ ایضاً، ص:۲۶

25۔ رضیہ نور محمد، اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از ۱۴۹۸ء تا ۱۹۴۷ء، ص:۱۶۳

26۔ صفدر رشید، مغرب کے اردو لغت نگار، ص:۲۶

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

27۔ آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو، لاہور: مرکزی بورڈ، ۱۹۶۸، ص:۴۵

28۔ سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ: آغاز سے ۲۰۰۰ء تک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۲۵۶

29۔ ابو اللیث صدیقی، جامع القواعد حصہ صرف، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء، ص:۳۷

30۔ حافظ قاسم، مر در سبتین اور عظمی صادق، "Studying the Anglo Indian Contribution to Lexicography in Pre Patitioned India"، TheDiscourse، شمارہ ۶، جنوری ۲۰۲۱ء، ص:۱۵۔۲۷

31۔ رؤف پاریکھ، اردو کے ابتدائی لغات اور نصاب نامے، مشمولہ: معیار، شمارہ ۱۲، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص:۶۹

32۔ محمد اکرام چغتائی، تعارف، Fallon's English Urdu Dictionary، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۲ء، ص:۶۹